نصائح مبلغین

(مبلغین کے لئے زریں ہدایات
جو حضور نے ۱۲ مارچ ۱۹۱۶ء کو ارشاد فرمائیں)

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

نصائح مبلغین

جن کے بالاستیعاب و بامعان نظر پڑھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ فی الواقعہ یہ نصیحتیں کرنے والا خلافتِ مسیح موعودؑ کی مسند پر بیٹھنے کا اہل تھا۔ حضور نے بہت تفصیل سے تقریر فرمائی تھی۔ لکھنے والا نو مشق تھا اور نظر ثانی بھی نہیں کرائی جا سکی۔ تاہم مجھے اطمینان ہے کہ بہت سا حصہ حضور کی تقریر کے مفہوم کا اس میں آگیا ہے۔ ناظرین پڑھ کر اس پر عمل کریں کہ احمدی جماعت کا ہر فرد دراصل ایک مبلغ ہے۔ (نوٹ از مرتب کنندہ)

تبلیغ میں تزکیہ نفس سے غافل نہ ہو

سب سے پہلے مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ تزکیہ نفس کرے۔ صحابہؓ کی نسبت تاریخوں میں آتا ہے کہ جنگ یرموک میں دس لاکھ عیسائیوں کے مقابل میں ساٹھ ہزار صحابہؓ تھے۔ قیصر کا داماد اس فوج کا کمانڈر تھا اس نے جاسوس کو بھیجا کہ مسلمانوں کا جا کر حال دریافت کرے۔ جاسوس نے آکر بیان کیا مسلمانوں پر کوئی فتح نہیں پا سکتا۔ ہمارے سپاہی لڑ کے آتے ہیں اور کمریں کھول کر ایسے سوتے ہیں کہ انہیں پھر ہوش بھی نہیں رہتی۔ لیکن مسلمان باوجود دن کو لڑنے کے رات کو گھٹنوں کھڑے رو رو کر دعائیں مانگتے ہیں۔ خدا کے حضور گرتے ہیں۔ یہ وہ بات تھی جس سے صحابہؓ نے دین کو قائم کیا۔ باوجود اپنے تھکے ماندے ہونے کے بھی اپنے نفس کا خیال رکھا۔ بعض دفعہ انسان اپنے تبلیغ کے فرض میں ایسا منہمک ہو جاتا ہے کہ پھر اسے نمازوں کا بھی خیال نہیں رہتا۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے ہر ایک چیز اپنے اپنے موقعہ اور محل کے مطابق اور اعتدال کے طور پر ہی ٹھیک ہوا کرتی ہے۔ لوگوں کی بھلائی کرتے ہوئے یہ نہیں ہونا چاہئے کہ انسان اپنی بھلائی سے بے فکر ہو جائے۔ پس ضروری ہے کہ وہ اپنا تزکیہ نفس کرے۔

قرآن شریف کا مطالعہ کرے۔ پھر اپنے نفس کا مطالعہ کرے۔ تبلیغ بہت عمدہ کام ہے مگر تبلیغ کرنے میں بھی انسان کے دل پر زنگ لگتا ہے کبھی اگر تقریر اچھی ہو گئی اپنے مقابل کے مباحث کو ساکت کرا دیا تو دل میں غرور آگیا۔ اور کبھی اگر تقریر اچھی نہ ہوئی لوگوں کو پسند نہ آئی تو مایوسی ہو گئی کبھی یہ ایک دلیل دیتا ہے دل ملامت کرتا ہے کہ تو دھوکا دے رہا ہے۔ اس قسم کی کئی باتیں ہیں جو دل پر زنگ لاتی ہیں۔ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے تو آپؐ استغفار پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ آپؐ اعلیٰ درجے کے انسان تھے۔ اور آپؐ کی مجلس میں بھی نیک ذکر ہوتا تھا۔ یہ اس لئے تھا کہ آپ ﷺ ہمارے لئے ایک نمونہ تھے یہ ہمیں سکھایا جاتا تھا کہ ہم ایسا کیا کریں کہ جب کسی مجلس میں بیٹھیں تو استغفار کرتے رہیں اس لئے کہ کسی قسم کا ہمارے دل پر زنگ نہ بیٹھے۔ اس لئے ذکر الٰہی پر زیادہ زور دینا چاہئے۔ نماز وقت پر ادا کرنی چاہئے۔ ہاں اگر کوئی ایسا ہی خاص موقعہ آجائے۔ تو اگر نماز جمع کرنی پڑے تو کرے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں لوگ جھٹ نماز جمع کر لیتے ہیں۔ یہ مرض نماز جمع کرنے کی بہت پھیلی ہے ایسا نہیں چاہئے۔ اگر کوئی تمہاری باتیں کرتے ہوئے اٹھ کر نماز پڑھنے پر برا مناتا ہے۔ تو منانے دو کوئی پرواہ نہ کرو اور نماز وقت پر ادا کرلو۔ قرآن شریف میں یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ آیا ہے اس لئے کہ وقت پر نماز پڑھنی چاہئے۔ جب اس کے اپنے نفس میں کمزوری ہو گی تو پھر اس کے جذب میں بھی کمزوری ہو گی۔

تہجد کی نماز

تہجد کی نماز مبلغ کے لئے بہت ضروری ہے۔ قرآن شریف میں آتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ○ نِّصْفَہٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلًا ○ اَوْزِدْ عَلَیْہِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۔ (المزمل : ۲ تا ۵) دن کے تعلقات سے جو زنگ آتے ہیں۔ وہ رات کو کھڑے ہو کر دعائیں مانگ مانگ کر خشوع و خضوع کر کے دور کرنے چاہئیں۔

روزہ

روزہ بھی بڑی اچھی چیز ہے۔ اور زنگ کے دور کرنے کے لئے بہت عمدہ آلہ ہے۔ صحابہؓ بڑی کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ ہماری جماعت میں بہت سے لوگ ہیں جو روزہ رکھنے میں سستی کرتے ہیں۔ روزہ انسان کی حالت کو خوب صاف کرتا ہے جہاں تک توفیق مل سکے روزہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ بعض ایسے مواقع تلاش کرے جن میں کسی سے کلام نہ کرے خاموش ہو کر بیٹھے خواہ یہ وقت پندرہ بیس منٹ ہی ہو۔ بہت وقت نہ سہی مگر کچھ وقت ضرور ہونا چاہئے تاکہ خاموشی میں ذکر کرے۔ تبلیغ سے ذرا فراغت ہوئی تو ذکر الٰہی

کرے اس کے لئے یہ بہت مفید وقت ہے۔ سورج نکلنے سے پہلے صبح کی نماز کے بعد پھر سورج ڈوبنے کے قریب۔ پھر نماز عشاء کے بعد اور ۹ بجے دن سے لیکر دس بجے دن تک کسی وقت کر لینا چاہئے۔ یہ تو اپنے نفس کی اصلاح ہے۔ تبلیغ کے کام میں مطالعہ بہت وسیع ہونا چاہئے۔ بعض دفعہ اجڈ گنوار آدمی آکر کچھ سناتے ہیں۔ اور وہ بہت لطیف بات ہوتی ہے۔ سلسلے کی کتابوں کا مطالعہ رہے۔ حضرت صاحبؑ کی کتابیں اور پھر دوسرے آدمیوں کی کتابیں اتنی اتنی دفعہ پڑھو کہ فوراً حوالہ ذہن میں آجائے۔

کتابیں اپنی خریدو

ایک مرض مولویوں میں ہے۔ یاد رکھو مولوی کبھی کتاب نہیں خریدتے اس کو لغو یا اسراف سمجھتے ہیں۔ شاذو نادر زیادہ سے زیادہ مشکوٰۃ رکھ لی اور ایک کافیہ رکھ لیا۔ لیکن انسان کے لئے جہاں وہ اور بہت سے چندے دیتا ہے۔ کتاب خریدنا نفس کے لئے چندہ ہے۔ کچھ نہ کچھ ضرور کتاب کے لئے بھی نکالنا چاہئے خواہ سال میں آٹھ آنہ کی ہی کتاب خریدی جائے۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ لاکھوں کی ہی کتابیں خریدی جائیں بلکہ جس قدر خرید سکو خریدو۔ یہ اس لئے کہ خریدنے والا پھر اسی کتاب کا آزادی سے مطالعہ کر سکے گا اور اس طرح اس کے علم میں اضافہ ہو گا فراست بڑھے گی۔ بعض جگہ ہمارے مولوی جاتے ہیں اور وہاں کے لوگوں کی کتابیں لیتے ہیں لیکن جب وہاں سے چلنے لگتے ہیں تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری کتابیں لاؤ پھر دینی پڑتی ہیں۔ تو دوسری بات اپنی کتابیں خریدنے سے یہ ہوتی ہے کہ آزادی پیدا ہوتی ہے احتیاج نہیں ہوتی۔

سوال و خوشامد کی عادت نہ ڈالو

پھر نفس کے لئے لجاجت، خوشامد، سوال کی عادت نہیں ہونی چاہئے۔ یہ بھی علماء میں بڑا بھاری نقص ہے کہ وعظ کیا اور بعد میں کچھ مانگ لیا۔ اور اگر کوئی ایسا گرا ہؤا نہ ہؤا تو اس نے دوسرے پیرایہ میں اپنی ضرورت جتادی۔ مثلاً ہمارا کنبہ زیادہ ہے گزارہ نہیں ہوتا یا کسی دوسرے الفاظ میں لوگوں کو سنا دیا کہ کچھ روپے کی یا کوٹ وغیرہ کی ضرورت ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل چاہئے اسی سے مانگنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہؤا تھا کہ تیرے پاس ایسا مال لایا جائے گا کہ مال لانے والوں کو الہام ہو گا کہ مسیح موعودؑ کے پاس لے کر جاؤ۔ پھر وہ مال آتا ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ حضور مجھے فلاں بزرگ نے آکر خواب میں کہا اور کوئی کہتا تھا حضور مجھے الہام ہؤا۔

اللہ پر توکل کرو۔ وہ خود تمہارا کفیل ہوگا

میرا اپنا تجربہ ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ کہیں نہ کہیں سے بھیج دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ خود لوگوں کے دلوں میں تحریک کرتا ہے۔ جو دوسروں کا محتاج ہو پھر اس کے لئے ایسا نہیں ہوتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ پر کوئی بھروسہ کرے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے لئے سامان پیدا کرتا ہے۔ حضرت مولوی صاحب سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے کچھ ضرورت پیش آئی میں نے نماز میں دعا مانگی مصلیٰ اٹھانے پر ایک پونڈ پڑا تھا میں نے اسے لیکر اپنی ضرورت پر خرچ کیا۔ تو خدا تعالیٰ خود سامان کرتا ہے کسی کو الہام کرتا ہے کسی کو خواب دکھاتا ہے اس طرح اس کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ لیکن کبھی اس طرح پر بھی ہوتا ہے کہ وہ ضرورت ہی نہیں رہتی۔ ابتدائی مرحلہ یہی ہے کہ اس کی ضروریات ہی نہیں بڑھتیں اور اگر ضروریات پیش آتی ہیں تو پھر ایسے سامان کئے جاتے ہیں کہ وہ مٹ جاتی ہیں۔ مثلاً ایک شخص بیمار ہے اب اس کے لئے دوائی وغیرہ کے لئے روپوں کی ضرورت ہے۔ دعا کی۔ بیمار ہی اچھا ہو گیا تو اب روپوں کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ تو ابتدائی مرحلہ یہی ہے کہ ضرورت پیش ہی نہیں آتی۔

پہلی حکمت یہ ہے کہ وہ لوگوں کا محتاج ہی نہیں ہوتا۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ لوگوں کا رجوع اس کی طرف ہو جاتا ہے۔ خدا خود لوگوں کے ذریعے سے سامان کراتا ہے۔ ہمارے سلسلے کے علماء اور دوسرے مولویوں کا مقابلہ کرکے دیکھ لو اِن کو لوگ خود نذر پیش کرتے ہیں۔ اور مولوی مانگتے پھرتے ہیں۔ ایک پیر تھا وہ ایک اپنے مرید کے گھر گیا وہ مرید اسے جب وہ آتا تھا ایک روپیہ دیا کرتا تھا اس دن اس نے ایک اٹھنی پیش کی۔ پیر نے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ میں تو روپیہ لوں گا۔ غرض وہ اٹھنی دیتا تھا وہ روپیہ مانگتا تھا۔ بہت تکرار کے بعد اس مرید نے کہا جاؤ میں نہیں دیتا۔ تمام رات وہ پیر باہر کھڑا رہا رات کو بارش ہوئی تھی اس میں بھیگا۔ صبح کہنے لگا کہ اچھا لاؤ اٹھنی۔ تو یہ حالت ہوتی ہے جو دوسروں کے محتاج ہیں۔ زلزلے کا ذکر ہے باہر باغ میں ہم ہوتے تھے۔ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی۔ فرمانے لگے قرض لے لیں پھر فرمانے لگے قرضہ ختم ہو جائے گا۔ تو پھر کیا کریں گے چلو خدا سے مانگیں نماز پڑھ کر جب آئے تو فرمانے لگے ضرورت پوری ہو گئی۔ ایک شخص بالکل میلے کچیلے کپڑوں والا نماز کے بعد مجھے ملا۔ السلام علیکم کرکے اس نے ایک تھیلی نکال کر دی۔ اس کی حالت سے میں نے سمجھا کہ یہ پیسوں کی تھیلی ہو گی کھولا تو معلوم ہُوا کہ دو سو روپیہ ہے۔ تو خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی حاجات کو جو

اس پر توکل رکھتے ہیں اس طرح پورا کیا کرتا ہے۔ تم کبھی دوسرے پر بھروسہ نہ رکھو۔

سوال ایک زبان سے ہوتا ہے اور ایک نظر سے۔ تم نظر سے بھی کبھی سوال نہ کرو۔ پس جب تم ایسا کرو گے تو پھر خدا تعالیٰ خود سامان کرے گا۔ اس صورت میں جب کوئی تمہیں کچھ دیگا بھی تو دینے والا پھر تم پر احسان نہیں سمجھے گا بلکہ تمہارا احسان اپنے اوپر سمجھے گا۔

لوگوں سے تعلقات

مبلغ کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر خادمانہ حیثیت رکھے۔ لوگوں نے یہ نکتہ نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت نقصان اٹھایا ہے۔ بعض نے سمجھا کہ نوکر چاکروں کی طرح کام کرے۔ یہ مراد نہیں اس غلط فہمی کی وجہ سے مُلّانے پیدا ہوئے جن کے کام مردے نہلانا ہوا کرتا ہے۔ کوئی بیمار ہو جائے تو کہتے ہیں بلاؤ میاں جی کو وہ آکر اس کی خدمت کریں۔ کھیتی کاٹنی ہو تو چلو میاں جی۔ گویا میاں جی سے وہ نائی دھوبی جس طرح ہوتے ہیں اس طرح کام لیتے ہیں۔

دوسری صورت پھر پیروں والی ہے۔ پیر صاحب چارپائی پر بیٹھے ہیں کسی کی مجال نہیں کہ پیر صاحب کے سامنے چارپائی پر بیٹھ جاوے۔ حافظ صاحب سناتے تھے ان کے والد بھی بڑے پیر تھے لوگ ہمیں آکر سجدے کیا کرتے تھے۔ تو میں نے ایک دفعہ اپنے باپ سے سوال کیا کہ ہم تو مسجد میں جاکر سجدے کسی اور کے آگے کرتے ہیں اور یہ لوگ ہمیں سجدے کرتے ہیں اس پر میرے والد نے ایک لمبی تقریر کی۔ تو ایک طرف کا نتیجہ میاں جی پیدا ہوئے جو جھوٹی گواہی دینی ہوئی تو چلو میاں جی۔ اور اگر انکار کریں تو کہدیا کہ تمہیں رکھا ہوا کیوں ہے۔ آپ قیامت کے دن کیا خاک کام آئیں گے جو اس دنیا میں کام نہ آئے۔ اور دوسری طرف پیر صاحب جیسے پیدا ہو گئے تو دونوں کا نتیجہ خطرناک نکلا۔ یہ بڑی نازک راہ ہے۔ مبلغ خادم ہو اور ایسا خادم ہو کہ لوگوں کے دل میں اس کا رعب ہو۔ خدمت کرنے کے لئے اپنی مرضی سے جائے۔ ڈاکٹر پاخانہ اپنے ہاتھوں سے نکالتے ہیں لیکن کوئی انہیں بھنگی نہیں کہتا۔ ڈاکٹر اپنے ہاتھوں سے بنا کر دوائی بھی پلاتے ہیں لیکن کوئی انہیں کمپونڈر نہیں کہتا۔ وہ بیمار کی خاطرداری بھی کرتے ہیں لیکن کوئی انہیں ان کا خادم نہیں کہتا۔ یہ اس کی شفقت سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے جب تم میں بھی توکل ہو گا اور تم کسی کی خدمت کسی بدلے کے لئے نہیں کرو گے تو پھر تمہاری بھی ایسی ہی قدر ہو گی۔ وہ شفقت سمجھی جائے گی۔ وہ احسان سمجھا جائے گا۔

اگر کوئی شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہو تو اس کی تشفی دینے والا ہمارا مبلغ ہو۔ کوئی بیوہ ہو تو

حسب ہدایات شریعت اسلامیہ اس کا حال پوچھنے والا اس کا سودا وغیرہ لانے والا اور اس کے دیگر کاروبار میں اس کی مدد کرنے والا ہمارا مبلغ ہو۔ اسکا نتیجہ یہ ہو گا کہ ان کے دلوں میں دو چیزیں پیدا ہوں گی۔ ادب ہو گا اور محبت ہو گی۔ توکل کا نتیجہ ادب ہو گا اور خدمت کا نتیجہ محبت ہو گی۔ مبلغ کے لئے ضروری ہے کہ ایک طرف اگر ان میں دنائت نہ ہو تو دوسری طرف متکبر بھی نہ ہو۔ لوگ نوکر اس کو سمجھیں گے جو ان سے سوال کرتا ہو۔ جو سوال ہی نہیں کرتا اس کو وہ نوکر کیونکر سمجھیں گے۔ اگر وہ اس کے پاس آئیں گے تو نوکر سمجھ کر نہیں بلکہ ہمدرد سمجھ کر۔ اگر اس سے کچھ پوچھیں گے تو ہمدرد سمجھ کر۔ اس وقت پھر مبلغ کو یہ نہیں کہنا چاہئے کہ میں نوکر نہیں انہوں نے تو اسے نوکر نہیں سمجھا ہے وہ تو اسے ہمدرد سمجھ کر آئے ہیں۔ تو یہ دو رنگ ہونے چاہئیں کہ اگر سب سے بڑا خادم ہو تو ہمارا مبلغ ہو اور اگر لوگوں کے دلوں میں کسی کا ادب ہو تو وہ ہمارے مبلغ کا ہو۔ اس کے لئے وہ اپنے مال قربان کرنے کے لئے تیار ہوں اس کے لئے جان دینے کے لئے تیار ہوں۔

دعائیں کرتے رہو پھر مبلغ کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ وہ دعائیں کرتا رہے کہ الٰہی! میں ان لوگوں کو ناراستی کی طرف نہ لے جاؤں۔ جب سے خلافت قائم ہوئی ہے میں یہی دعا مانگتا ہوں۔ ایک امام کی نسبت ایک لطیفہ ہے کہ بارش کا دن تھا ایک لڑکا بھاگتا چلا جا رہا تھا امام صاحب نے کہا دیکھنا لڑکے کہیں گر نہ پڑنا۔ لڑکا ہوشیار تھا بولا آپ میرے گرنے کی فکر نہ کریں میں گرا تو اکیلا گروں گا۔ آپ اپنے گرنے کی فکر کیجئے اگر آپ گرے تو ایک جماعت گرے گی۔ امام صاحب کہتے ہیں کہ مجھے اس بات کا بہت ہی اثر ہؤا تو مبلغ کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اگر وہ گرے گا تو اس کے ساتھ اس کا حلقہ بھی گر جائے گا۔

دیکھو مولوی گرے مسلمان بھی گر گئے۔ یہ دو باتیں ہر وقت مدنظر رہنی چاہئیں۔ اول کوئی ایسی بات نہ کرے جس پر پہلے سوچا اور غور نہ کیا ہو۔ دوئم دعا کرتا رہے کہ الٰہی میں جو کہوں وہ ہدایت پر لے جانے والا ہو۔ اگر غلط ہو تو الٰہی ان کو اس راہ پر نہ چلا۔ اور اگر یہ درست ہے تو الٰہی توفیق دے کہ یہ لوگ اس راہ پر چلیں۔

جو بدی کسی قوم میں ہو اس کی تردید میں جرأت سے لیکچر دو اپنے عمل دیکھتا رہے۔ کبھی سستی نہ کرے۔ لوگوں کو ان کی غلطی سے روکے۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالےٰ کے قول کے نیچے آئے۔

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (المآئدہ : ۶۴)

ترجمہ: عارف (لوگ) اور علماء انہیں ان کے جھوٹ بولنے اور ان کے حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ یقیناً بہت برا ہے۔

کیوں انہوں نے نہ روکا۔ تو یہ فرض ہے۔ بمبئی کے مولویوں کی طرح نہ ہو وہی لیکچر ہونا چاہئے جس کی لوگوں کو ضرورت ہو۔ یہی بات ہمارے اور لاہوریوں کے درمیان جھگڑے کی ہے۔ وہ مرض بتانا نہیں چاہتے اور ہم مرض بتانا چاہتے ہیں۔ ان باتوں پر لیکچر دینے کی ضرورت نہیں جو اچھی باتیں ان میں ہیں یا جو بدیاں ان میں نہیں ہیں۔ اگر وہ لڑکیوں کو حصہ نہ دیں تو اس پر لیکچر دو۔ روزے نہ رکھیں تو اس پر دو۔ نماز نہ پڑھیں تو اس پر دو۔ زکوٰۃ نہ دیں تو اس پر دو۔ صدقہ و خیرات نہ دیں تو اس پر دو۔ لیکن جو باتیں ان میں ہیں ان پر نہ دو۔ غریبوں پر اگر وہ ظلم کرتے ہیں، شریفوں کا ادب نہیں کرتے، چوری کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، ان پر لیکچر دو۔ لیکن چوری ان میں نہیں ہے اس پر نہ دو۔ مرضیں تلاش کرو اور پھر دوا دو۔

کبھی کسی خاص شخص کی طرف اشارہ نہ ہو۔ میں اپنا طریقہ بتاتا ہوں میں نے جب کبھی کسی کی مرض کے متعلق بیان کرنا ہو تو میں دو تین مہینے کا عرصہ درمیان میں ڈال لیتا ہوں۔ تاکہ وہ بات لوگوں کے دلوں سے بھول جائے۔ تو اتنا عرصہ کر دینا چاہئے۔ اگر موقعہ ملے تو اس شخص کو جس میں یہ مرض ہے علیحدہ تخلیہ میں نرم الفاظ کے ساتھ سمجھاؤ۔ ایسے الفاظ میں کہ وہ چڑ نہ جائے۔ ہمدردی کے رنگ میں وعظ کرو۔ ایک طرف اتنی ہمدردی دکھاؤ کہ غریبوں کے خدمتگار تم ہی معلوم ہو دوسری طرف اتنا بڑا بنو کہ تمہیں دنیا سے کوئی تعلق نہ ہو۔ دو فریق بننے نہ دو۔ دو شخصوں کے جھگڑے کے متعلق کسی خاص کے ساتھ تمہاری طرف داری نہ ہو۔ کوئی مرض پاؤ تو اس کی دوا فوراً دو۔ کسی موقعہ پر چشم پوشی کر کے مرض کو بڑھنے نہ دو۔ ہاں اگر اصلاح چشم پوشی ہی میں ہو تو کچھ حرج نہیں۔ لوگوں کو جو تبلیغ کرو اس میں ایک جوش ہونا چاہئے۔ جب تک تبلیغ میں ایک جوش نہ ہو وہ کام ہی نہیں کر سکتا۔ سننے والے پر اثر ڈالو کہ جو تم کہہ رہے ہو اس کے لئے جان دینے کے لئے تیار ہو۔ اور یہ جو کچھ تم سنا رہے ہو یہ تمہیں ورثے کے طور پر نہیں ملا بلکہ تم نے خود اس کو پیدا کیا ہے۔ تم نے خود اس پر غور کیا ہے۔

(۲) ٹھٹھے باز نہیں ہونا چاہئے۔ لوگوں کے دلوں سے ادب اور رعب جاتا رہتا ہے۔

ہاں مذاق نبی کریم ﷺ بھی کر لیا کرتے تھے اس میں حرج نہیں۔ احتیاط ہونی چاہئے۔ سنجیدہ معلوم ہو۔

(۳) اور ہمدردی ہونی چاہئے۔ نرم الفاظ ہوں سنجیدگی سے ہوں سمجھنے والا سمجھے میری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ تمہاری ہمدردی وسیع ہونی چاہئے احمدیوں سے بھی ہو غیر احمدیوں سے بھی ہو۔ ہمدردی دونوں فریق کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے ہی جھگڑے ہُوا کرتے ہیں۔ ایک فریق کہتا ہے ہم اپنے مولوی کو بلاتے ہیں دوسرے کہتے ہیں ہم اپنے مولوی کو بلاتے ہیں۔ لیکن اگر تمہاری ہمدردی دونوں فریق کے ساتھ ہو تو دونوں فریق کے تم ہی مولوی ہو گے۔ اور پھر انہیں کسی اور مولوی کے بلانے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ وہ تمہیں اپنا مولوی سمجھیں گے۔ پھر تبلیغ صرف مسلمانوں میں ہی نہیں ہونی چاہئے۔

(۴) آج تک ہمارے مبلغوں کا زور غیر احمدیوں پر ہی رہا ہے۔ کثرت سے ہندو آباد ہیں ان میں بھی تبلیغ ہونی چاہئے۔ بہت سی سعید روحیں ان میں بھی ہوتی ہیں۔ تمہاری ہمدردی ان کے ساتھ بھی ویسی ہی ہونی چاہئے جیسے مسلمانوں اور احمدیوں کے ساتھ تاکہ تم ان کے بھی پنڈت ہو جاؤ۔ اسلام کی تبلیغ ہندوستان میں اسی طرح پھیلی ہے حضرت معین الدین چشتیؒ کوئی اتنے بڑے عالم نہ تھے بلکہ انہوں نے اپنے اعمال کے ساتھ دعاؤں کے ساتھ ہمدردی کے ساتھ ہندوؤں کو مسلمان بنایا۔ اس لئے تم اپنی تبلیغ غیر احمدیوں سے ہی مخصوص نہ کرو بلکہ ہندوؤں عیسائیوں میں بھی تمہاری تبلیغ ہو اور ان سے بھی تمہارا ویسا ہی سلوک ہو۔ مجھے ہندو یہاں دعا کے لئے لکھتے ہیں نذریں بھیجتے ہیں ان میں بھی سعید روحیں موجود ہیں۔ اگر ان کو صداقت کی طرف بلایا جائے اور صداقت کی راہ دکھائی جائے تو وہ صداقت کو قبول کر لیں۔

مبلغ کا فرض ہے کہ ایسا طریق اختیار نہ کرے کہ کوئی قوم اسے اپنا دشمن سمجھے۔ اگر یہ کسی ہندوؤں کے شہر میں جاتا ہے تو یہ نہ ہو کہ وہ سمجھیں کہ ہمارا کوئی دشمن آیا ہے بلکہ وہ یہ سمجھیں کہ ہمارا پنڈت ہے۔ اگر عیسائیوں کے ہاں جائے تو سمجھیں کہ یہ ہمارا پادری ہے وہ اس کے جانے پر ناراض نہ ہوں بلکہ خوش ہوں۔ اگر یہ اپنے اندر ایسا رنگ پیدا کرے تو پھر غیر احمدی کبھی تمہارے کسی شہر میں جانے پر کسی مولوی کو نہ بلائیں گے۔ نہ ہندو کسی پنڈت کو اور نہ عیسائی کسی پادری کو۔ بلکہ وہ تمہارے ساتھ محبت سے پیش آئیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بڑے بڑے لوگوں کو جو کسی مذہب میں گزر چکے ہوں گالیاں دینے سے روکا ہے۔

اسلام اس بات کا مدعی ہے کہ تمام دنیا کے لئے نبی آئے اور انہوں نے اپنی امتوں میں ایک استعداد پیدا کر دی پھر بتایا کہ اسلام تمام دنیا کے لئے تبلیغ کرنے والا ہے۔ تبلیغ میں یہ یاد رکھو کہ کبھی کسی شخص کے قول سے گھبراؤ نہیں اور نہ قول پر دارومدار رکھو۔ دلیل اور قول میں فرق ہے دلیل پر زور دینا چاہئے۔ لوگ دلیل کو نہیں سمجھتے مسلمان آریوں سے بات کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں قرآن میں یوں آیا ہے آریوں کے لئے قرآن حجت نہیں۔ تم رویہ دلیل کو پیش کرنے کا اختیار کرو تا جماعت احمدیہ میں یہ رنگ آجائے۔ دلائل سے فیصلہ کرو عقلی دلائل بھی ہوں اور نقلی بھی۔ دلیل ایسی نہ ہو کہ حضرت مولوی نورالدین اتنے بڑے عالم تھے وہ بھلا مرزا صاحبؑ کو ماننے میں غلطی کر سکتے تھے۔ پس چونکہ انہوں نے مرزا صاحبؑ کو مان لیا اس لئے حضرت صاحب سچے ہیں۔ ایسی دلیل نہیں ہونی چاہئے بلکہ دلیل سے بات کرو تاکہ جماعت میں دلائل سے ماننے کا رنگ پیدا ہو۔ اگر جماعت میں دلائل سے ماننے کا رنگ پیدا ہو جائے گا تو پھر وہ کسی شخص کے جماعت سے نکلنے پر گھبرائیں گے نہیں۔ سچی اتباع پیدا کرو۔ جھوٹی اتباع نہ ہو آریوں کے سامنے قرآن شریف دلیل کے طور پر پیش کرو۔۔ اس طرح پیش نہ کرو کہ تم مانتے ہو۔

ایک اور دھوکا بھی لگتا ہے کہ بعض پھر دعویٰ کے لئے بھی دلیل مانگتے ہیں۔ دعویٰ پڑھو تو کہتے ہیں دلیل دو۔ جہاں دعویٰ کا اثبات ہو وہاں دعویٰ خود دلیل ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت صاحبؑ کی نسبت کوئی پوچھے کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو ہم دعویٰ پڑھ دیں گے۔ اور اس کی دلیل دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس نے دعویٰ مانگا ہے۔ لاہوریوں اور ہمارے درمیان حضرت صاحبؑ کا دعویٰ ہی دلیل ہے۔

جب بحث کرو تو مدمقابل کی بات کو سمجھو کہ وہ کیا کہتا ہے۔ مثلاً تناسخ کی بات شروع ہوئی ہو۔ تو فوراً تناسخ کے رد میں دلائل دینے نہ شروع کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے لیکر چھوٹے سے چھوٹے مسئلے میں بھی اختلاف آتا ہے۔ اب اگر تم اس کے برخلاف دلیلیں دینے لگ پڑو اور آخر میں وہ کہدے کہ آپ تو میری بات سمجھے ہی نہیں تو تقریر بے فائدہ جائے گی۔ اس کی بات سمجھو کہ آیا وہ وہی تو نہیں کہتا جو تمہارا بھی عقیدہ ہے۔ بغیر خیالات معلوم کئے بات نہ کرو۔ تناسخ کے متعلق بات کرو تو پوچھو کہ تمہارا تناسخ سے کیا مطلب ہے۔ اس کی ضرورت کیا پیش آئی۔ غرض ایسے سوالات کرکے پہلے اس کی اصل حقیقت سے آگاہ ہو اور پھر

بات کرو۔ اس طرح اول تو اس کے دعویٰ میں ہی اور نہیں تو پھر دلیلوں میں ہی تمہیں آسانی پیدا ہو جائے گی۔ کوئی گورنمنٹ اپنے دشمن کو اپنا قلعہ نہیں دکھاتی۔ قانون بنے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی کوشش کرے تو پکڑا جاتا ہے۔ کیونکہ کمزور موقعہ معلوم کر کے پھر اس پر آسانی سے حملہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے پہلے کمزور موقعے معلوم کرو اور پھر حملہ کرو۔

تھوڑے وقت میں بہت کام کرنا سیکھو۔ تھوڑے وقت میں بہت کام کرنا ایسا گر ہے کہ انسان اس کے ذریعے سے بڑے بڑے عہدے حاصل کرتا ہے۔ انسان محنت کرتا ہے اور ایک وائسرائے بھی۔ مزدور آٹھ آنے روز لیتا ہے وائسرائے ہزاروں روپیہ روز۔ کیا وجہ؟ وہ تھوڑے وقت میں بہت کام کرتا ہے۔ اس کا نام لیاقت ہے۔ دوسرا طریق دوسروں سے کام لینے کا ہے۔ بڑے بڑے عہدے دار خود تھوڑا کام کرتے ہیں دوسروں سے کام لیتے ہیں۔ وہ تو خوب تنخواہیں پاتے ہیں لیکن ایک محنتی مزدور آٹھ آنہ ہی کماتا ہے۔ یہ لیاقت کام کرنے کی لیاقت سے بڑی ہے۔ پس جتنی لیاقت کام کروانے کی ہوگی اتنا بڑا ہی عہدہ ہوگا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو کیوں سب سے بڑا درجہ ملا ہے۔ محنت کرنے میں تو لوگ جو سالہا سال غاروں میں رہتے تھے آپ ؐ سے بڑھے ہوئے تھے۔ آپ ؐ میں کام لینے کی لیاقت تھی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے انسان میں ایک طاقت رکھی ہے۔ بہت جگہ سیکرٹری ہوتے ہیں خود محنتی ہوتے ہیں لوگوں سے کام لینا نہیں جانتے پھر لکھتے ہیں لوگ مانتے نہیں۔ دوسری جگہ سیکرٹری ہوتا ہے وہ خود تھوڑا کام کرتا ہے۔ لیکن لوگوں سے کام لیتا ہے اور خوب لیتا ہے تمام انتظام ٹھیک رہتا ہے۔ ہمیشہ اپنے کاموں میں خود کام کرنے اور کام لینے کی طاقت پیدا کرو۔ ایسے طریق سے لوگوں سے کام لو کہ وہ اسے بوجھ نہ سمجھیں۔ بہت لوگ خود محنتی ہوتے ہیں جب تک وہ وہاں رہتے ہیں کام چلتا رہتا ہے لیکن جب وہ وہاں سے ہٹتے ہیں کام بھی بند ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سلسلے جو ہوتے ہیں جب نبی مرجاتا ہے تو وہ سلسلہ مٹتا نہیں بلکہ اس کے آگے کام کرنے والے پیدا ہو گئے ہوتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ نبی ایک جماعت کام کرنے والی تیار کر جاتا ہے۔ پس تمہارے سپرد بھی یہی کام ہوا ہے۔ یہ ایک مشق ہوتی ہے خوب مشق کرو لوگوں میں کام کرنے کی روح پھونک دو۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں صحابہؓ میں کام کرنے کی ایک روح پھونکی گئی تھی۔ ہر دو مہینے کے بعد کوفے کا گورنر بدلتا تھا حضرت عمرؓ فرماتے تھے اگر کوفے والے مجھے روز گورنر بدلنے کے لئے کہیں تو میں روز بھی بدل سکتا ہوں۔ ایسے رنگ میں کام کرو کہ

لوگوں کے اندر ایک روح پھونک دو۔ کبھی مت سمجھو کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مانتے نہیں۔ عرب کی زمین کیسے شریروں کی تھی پھر کیسے شریفوں کی بن گئی۔ یہ بات غلط ہے کہ وہ مانتے نہیں۔ تم ایک دفعہ سناؤ دو دفعہ سناؤ آخر مانیں گے۔ یہ اس شخص کی اپنی کمزوری ہوتی ہے جو کہتا ہے مانتے نہیں۔

اپنے کام کی پڑتال کرتے رہو

ہمیشہ اپنے کام کی پڑتال کرو کیا کامیابی ہوئی۔ تمہارے پاس ایک رجسٹر ہونا چاہئے اس میں لکھا ہُوا ہو کہ فلاں جگہ گئے وعظ فلاں مضمون پر کیا اس اس طبقے کے لوگ شامل ہوئے فلاں فلاں وجوہات پر مخالفت کی گئی فلاں فلاں بات لوگوں نے پسند کی۔ یہ رجسٹر آئندہ تمہارے علم کو وسیع کرنے والا ہوگا۔ تم سوچو گے کیوں مخالفت ہوئی۔ اہم مسائل کا تمہیں پتہ لگ جائے گا ان پر آئندہ غور کرتے رہو گے۔ اگر تم وہاں سے بدل جاؤ گے تو پھر تمہارے بعد آنے والے کے کام آئے گا۔ آج کل اس بات کو نہ سوچنے کی وجہ سے مسلمان گرے ہوئے ہیں۔ ایک استاد تمام عمر فلسفہ پڑھاتا ہے وہ کبھی ان باتوں کو نوٹ نہیں کرتا کہ فلاں بات پر فلاں لڑکے نے سوال کیا اس کا اس طرح جواب ہُوا۔ فلاں بات کی اس طرح تجدید یا تردید ہونی چاہئے۔ وہ جتنا تجربہ حاصل کر چکا ہوتا ہے جب مرجاتا ہے تو پھر دوسرے کو جو اس کی جگہ آتا ہے از سرنو تجربہ کرنا پڑتا ہے۔ یورپ کے علوم کی ترقی کا باعث یہی بات ہوئی کہ ایک کچھ نئی معلومات حاصل کرتا ہے اور انہیں نوٹ کرتا ہے اس کے بعد آنے والا پھر وہی معلومات حاصل نہیں کرتا وہ ان نوٹوں سے آگے فائدہ اٹھاتا ہے۔ تم بھی اس طرح کرو کہ ہر سال کے بعد نتیجہ نکالو۔ کون سی نئی باتیں پیدا ہوئیں کون سی باتیں مفید ثابت ہوئی ہیں۔ جب یہ رپورٹ دوسرے مبلغ کے ہاتھوں میں جائے گی تو وہ اپنی بناء زیادہ مضبوط کرے گا۔

استقلال

کبھی اپنی جگہ نہیں چھوڑنی چاہئے۔ یہ خیال کرکے کہ اگر یہ یوں نہیں مانتا تو اس طرح مان لے گا۔ اس میں وہ تو نہ ہارا تم ہار گئے کہ تم نے اپنی بات کو ناکافی سمجھ کر چھوڑ دیا۔ تم نے اپنا دین چھوڑ کر دوسرے کو منوا بھی لیا تو کیا فائدہ۔ بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ غیر احمدی وفات مسیحؑ پر چڑتے ہیں۔ چلو وفات مسیحؑ چھوڑ کر اور باتیں منواتے ہیں یہ غلط ہے۔ وفات مسیحؑ مان جائیں تو پھر آگے پیش کرو۔ ترتیب سے پیش کرو۔ ملمع سازی سے پیش نہ کرو ملمع سازی سے پیش کرنے کا یہ نتیجہ ہو گا کہ جب اس پر بات کھلے گی تو یا وہ تم سے بدظن

ہوں گے اور یا پھر تمہارے مذہب سے۔ جن جن باتوں پر خدا نے تمہیں قائم کیا ہے ان کو پیش کرو۔ اگر لوگ نہ مانیں تو تمہارا کام پیش کرنا ہے منوانا نہیں وہ اللہ کا کام ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ (الغاشیہ: ۲۲-۲۳)

جماعت میں کیا احساس پیدا کرو

جماعت میں ایک احساس پیدا کرو۔ وہ احمدیوں کی محبت پر دوسرے رشتہ داروں کی محبت کو قربان کر دیں ایسی محبت احمدی لوگوں سے ہونی چاہئے کہ رشتہ داری کی محبت سے بھی بڑھ جائے۔ حق کی تائید ہونی چاہئے یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اگر احمدی کے مقابل میں رشتہ دار آگیا ہے تو رشتہ دار کی طرف داری اختیار کر لی جائے ہماری قوم ہماری جماعت احمدیت ہے۔ پھر اس بات کا احساس پیدا کرنا بھی ضروری ہے کہ دین کا اب سب کام ہم پر ہے جب یہ کام ہم پر ہے تو ہم نے دنیا کے کتنے مفاسد کو دور کرنا ہے۔ پھر اس کے لئے کتنی بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔ اس بات کو پیدا کرو کہ ہر ایک آدمی مبلغ ہے صحابہؓ سب مبلغ تھے۔ اگر ہر ایک آدمی مبلغ ہو گا تب اس کام میں کچھ آسانی پیدا ہو گی اس لئے ہر ایک احمدی میں تبلیغ کا جوش پیدا کرو۔ پھر مالی امداد کا احساس پیدا کرو۔ اگرچہ ہماری جماعت کا معیار تو قائم ہو گیا ہے کہ فضول جگہوں میں جو روپیہ خرچ کیا جاتا ہے مثلاً بیاہ شادیوں میں وہ اب دین کے کاموں میں خرچ ہوتا ہے۔ لیکن یہ احساس پیدا ہونا چاہئے کہ ضروریات کو کم کر کے بھی دین کی راہ میں روپیہ خرچ کیا جائے۔ جماعت کا اکثر حصہ ست ہے۔ کچھ لوگ ہیں جو بہت جوش رکھتے ہیں۔ لیکن یہ بات پوشیدہ نہیں کہ آخر میں سارا بوجھ انہیں لوگوں پر پڑ کر ان لوگوں میں سستی آنی شروع ہو جائے گی۔ تو ایک حصہ پہلے ہی سُست ہؤا دوسرا پھر اس طرح ست ہو گیا تو یہ اچھی بات نہیں اس لئے چاہئے کہ جماعت کو ایک پیمانہ پر لایا جائے۔ جماعت کی یہ حالت ہے کہ اخبار میں چندے کے متعلق نکلے تو کان ہی نہیں دھرتے۔ ہاں علیحدہ خط کی انتظار میں رہتے ہیں۔ لیکن اگر کسی شخص کا لڑکا گم ہؤا ہو اور اخبار میں نکل جائے تو جس کے ہاں ہوتا ہے وہ اسے وہیں روک لیتا ہے خط کی انتظار نہیں کرتا۔ انکے دلوں میں ایسا جوش پیدا کرو کہ جونہی یہ دین کے لئے آواز سنیں فوراً دوڑ پڑیں۔ پہلے مبلغ اپنی زندگی میں یہ احساس پیدا کریں۔

مسائل کے متعلق غور کرو!

جب کوئی اعتراض پیش آوے پہلے خود اس کے حل کرنے کی کوشش کرو۔ فوراً قادیان لکھ کر نہ بھیج دو۔ خود سوچنے سے اس کا جواب مل جائے گا۔ اور بیسیوں مسائل پر غور ہو جائے گی جواب دینے کا مادہ پیدا ہو گا۔ ہم سے پوچھو گے تو ہم تو جواب بھیج دیں گے لیکن پھر یہ فائدے تمہیں نہ ملیں گے۔ اس لئے جب اعتراض ہو خود اس کو حل کرو جب حل کر چکو تو پھر تبادلہ خیالات ہونا چاہئے۔ اس سے ایک اور ملکہ پیدا ہو گا۔ جو آپ ہی سوچے اور پھر اپنے سوچ پر ہی بیٹھ جائے۔ اس کا ذہن کند ہو جاتا ہے۔ لیکن تبادلہ خیالات سے ذہن تیز ہوتا ہے۔ ایک بات ایک نے نکالی ہوتی ہے ایک اور دوسرے نے اس طرح پھر سب اکٹھی کر کے ایک مجموعہ ہو جاتا ہے۔

دو مبلغ جہاں ملیں تو لغو باتیں کرنے کی بجائے وہ ان مسائل پر گفتگو کریں۔

خدا تعالیٰ سے تعلق ہو۔ دعا ہو۔ توکل ہو۔

قادیان آنے کی تاکید کرتے رہو

لوگوں کو قادیان بار بار آنے کے لئے اور تعلق پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہو۔ جب تک کسی شاخ کا جڑ سے تعلق ہوتا ہے وہ ہری رہتی ہے۔ لیکن شاخ کا جڑ سے تعلق ٹوٹ جانا اس کے سوکھ جانے کا باعث ہوتا ہے۔ موجودہ فتنے میں نوے فیصدی ایسے لوگ ہیں جو اسی وجہ سے کہ ان کا تعلق قادیان سے نہ تھا فتنے میں پڑے۔ بہت سارے لوگ ایسے بھی ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ قادیان میں کچھ کام نہیں رہا روپیہ جاتا ہے اور وہ لوگ بانٹ کر کھا لیتے ہیں۔ اس لئے لوگوں کو قادیان سے تعلق رکھنے کے لئے کوشش کرتے رہو۔ اپنے کاموں کی رپورٹ ہر سہ ماہی پر بھیجو۔ اس کے دوسری طرف میں نے زائد نوٹ لکھوا دیئے ہیں ان کے متعلق بھی لکھو۔

یہ بھی یاد رکھو کہ شہروں میں بھی ہماری جماعت میں وفاداری کا اثر لاہوریوں کی دیکھا دیکھی کم نہ ہو جائے۔ ہمیشہ جہاں جاؤ ان کے فرائض انہیں یاد دلاتے رہو۔ سیاست میں پڑنا ایک زہر ہے جب آدمی اس میں پڑتا ہے دین سے غافل ہو جاتا ہے۔ سیاست میں پڑنا امن کا مخل ہونا ہے اور امن کا نہ ہونا تبلیغ میں روک ہوتا ہے۔ میں لاہوریوں سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا کہ میں سیاست میں پڑنے سے ڈرتا ہوں سیاست صداقت کے خلاف' احسان کے خلاف' شریعت کے احکام کے خلاف ہے یہ ایسا زہر ہے کہ جس جماعت میں اس زہر نے اثر کیا ہے پھر وہ ترقی نہیں کر سکی۔ اس پر بڑا زور دو اس وقت سیاست کی ایک ہوا چل رہی ہے۔ یہ تبلیغ میں

بڑی رکاوٹ ہے۔ بعض لوگ اس سلسلے میں اس لئے نہیں داخل ہوتے کہ اس نے وفاداری کی تعلیم دی ہے۔ پس تم سیاست میں پڑنے سے لوگوں کو روکو۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی تعلیم دو۔

تقویٰ کے حصول کے ذرائع

(حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کی تقریر سے لئے ہوئے نوٹوں کی بناء پر تیار کیا گیا۔ اکمل)

تقویٰ کی تعریف

اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ میں فرماتا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ؕ (المائدہ : ۱۰۹) اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اچھی طرح اس کے احکام کی فرمانبرداری کرو۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو کامیاب نہیں کرتا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ تقویٰ فرمانبرداری کا نام ہے۔

فرمانبرداری کس طرح پیدا ہو

اور فرمانبرداری محبت کی وجہ سے کی جاتی ہے یا خوف کی وجہ سے۔ محبت حسن و احسان کے مطالعہ سے پیدا ہوگی اور خوف جلال کے مطالعہ سے۔ چونکہ انسانی فطرت میں بھی دو باتیں ہیں اس لئے سورہ فاتحہ میں ان دونوں سے کام لیا گیا ہے۔ فرماتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ یہ تمام احسان یاد دلا کر کہ ایک پہلو سے یہی حسن بھی ہے۔ لوگوں کو اپنی فرمانبرداری کی طرف متوجہ کیا ہے۔ چونکہ بعض طبائع بجز خوف دلانے کے فرمانبرداری نہیں کرتیں۔ اس لئے ان کے لئے فرمایا۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یعنی جزاء و سزا کا بھی میں مالک ہوں۔

تقویٰ انبیاءؑ کی بعثت سے

الغرض فرمانبرداری کامل محبت یا کامل خوف پر ہے۔ اور اس کے لئے اللہ نے دو سامان مقرر کئے ہیں ایک آسمانی ایک زمینی۔ آسمانی سامان جس سے لوگوں میں فرمانبرداری یا تقویٰ پیدا ہو وہ انبیاءؑ کی بعثت ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ تقویٰ کی روح دنیا سے گم ہو چلی ہے تو انہوں نے اپنے مولیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعا کی۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؕ (البقرہ : ۱۳۰) اے ہمارے رب ان میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث کر۔ جو ان پر تیری آیتیں پڑھ

کر سناوے اور ان کو کتاب و حکمت سکھائے اور ان کا تزکیہ کرے تحقیق تو عزیز و حکیم ہے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور ایک رسول مبعوث ہُوا جس نے اکھڑ سے اکھڑ قوم میں فرمانبرداری کی روح پیدا کر دی۔ انبیاء کا ہاتھ خدائے قدوس کے ہاتھ میں ہوتا ہے اس لئے جو ان سے تعلق پیدا کرتا ہے وہ بھی پاک کیا جاتا ہے۔ ان کی مثال بجلی کی بیٹری سی ہے کہ جس کا ذرا بھی تعلق اس کے ساتھ ہُوا وہ متأثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہزاروں ٹمپرنس سوسائٹیاں اتنے سالوں سے کام کر رہی ہیں ان کا کوئی قابل ذکر فائدہ نہیں۔ مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے دربار سے ایک آواز اٹھتی ہے اور تمام بلا استثناء شراب کے مٹکے لنڈھا دیتے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ دنیا کے ادنیٰ نفع کے لئے دین کو متأخر کرنے پر تیار ہیں مگر انہی مسلمانوں میں سے "عبداللطیف" ایک نبی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتا ہے اور پھر دین پر اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے۔ امیر کابل کی طرف سے ایماء ہوتا ہے کہ صرف ظاہرداری کے لئے کہدو میں مرزا کو مسیح نہیں مانتا مگر وہ سنگسار ہونا پسند کرتا ہے اور یہ کلمہ زبان پر نہیں لاتا۔ ایسا کیوں ہُوا؟ اس لئے کہ وہ آسمانی ذریعہ سے پاک کیا گیا۔

دوسرا ذریعہ زمینی ہے۔ جس سے مراد انسان کا اپنی طرف سے مجاہدہ ہے۔ اس وقت روح انسانی کی حالت اس گھوڑے کی طرح ہوتی ہے جو آہستہ آہستہ سدھایا جاتا ہے۔ اس لئے فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (العنکبوت : ۷۰) جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہم انہیں رستے دکھا دیتے ہیں۔ ان مجاہدات میں سے چند کا ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے اول صحبت صادقین۔ صادقین کی صحبت ایسی ہے کہ اس کے ذریعہ انسان پاک کیا جاتا ہے۔ صحبت کا اثر ایک مانی ہوئی بات ہے۔ لوگ اکسیر کو تلاش کرتے پھرتے ہیں میرے نزدیک دنیا میں اگر کوئی اکسیر ہے تو صحبت صادقین۔ مبارک وہ جو اس سے فائدہ حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ (التوبہ : ۱۱۹) یعنی اے مؤمنو! تقویٰ اختیار کرو۔ اور اس تقویٰ کے حصول کا ذریعہ کیا ہے۔ یہ کہ تم صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ صادقوں میں ایک برقی اثر ہوتا ہے۔ جس سے گناہوں کے جراثیم مارے جاتے ہیں۔ صادق خدا کے حضور ایک عزت رکھتا ہے۔ اس کے طفیل صادق سے تعلق رکھنے والا بھی باریاب ہو جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اپنے ایک بھانجے پر اس لئے ناراض ہوئیں کہ وہ ان کے بہت صدقہ کرنے کا شاکی تھا۔ آپ نے حکم فرما

دیا کہ ہمارا بھانجہ کبھی ہمارے گھر میں نہ آئے۔ ایک روز چند صحابہؓ کبار نے باریابی کی اجازت چاہی جو انہیں دی گئی۔ ان میں صدیقہؓ کے بھانجے بھی شامل تھے۔ اور وہ بھی اندر چلے گئے۔ دیکھا صادقوں کی صحبت نے کیا فائدہ دیا۔ اسی طرح دیکھا گیا ہے کہ اچھی جنس کے ساتھ ادنیٰ جنس مل کر بک جاتی ہے۔

دوسرا ذریعہ نفس کا محاسبہ ہے۔ یعنی ہر روز تم اپنے کاموں پر ایک تنقیدی نظر کرو۔ اور دیکھو کہ تمہاری حرکت دنیا کی طرف ہے یا دین کی طرف اور آیا کوئی کام اللہ کی نافرمانی کا تو نہیں کیا اور پھر اس کی اصلاح کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (الحشر: ۱۹)

اے مؤمنو! تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور وہ تقویٰ یوں حاصل ہو گا کہ ہر جان نظر کرتی رہے کہ اس نے کل کے لئے کیا کیا اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبر رکھنے والا ہے۔ جو شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا نگران حال ہے۔ اور اپنے اعمال پر نظر ثانی کرتا ہے اور دیکھتا رہتا ہے کہ میں نے روز فردا کے لئے کیا تیاری کی ہے وہ متقی بن جاتا ہے۔

تیسرا ذریعہ گناہوں پر پشیمانی یعنی توبہ ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ (ابن ماجہ کتاب الزہد باب ذکر التوبہ) جو شخص اپنے گناہوں پر پشیمانی کا اظہار کرتا ہے۔ وہ ان کے بد نتائج سے محفوظ رہتا ہے۔ اور آئندہ کے لئے نیکی و تقویٰ کے واسطے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے اور شیطان کے مزید حملوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ حضرت معاویہؓ کی نماز فجر قضاء ہو گئی اس پر ان کو اس قدر پریشانی ہوئی اور اس قدر وہ خدا کے حضور روئے اور چلائے کہ انہیں ایک نماز کے بدلے دس نمازوں کا ثواب ملا۔ دوسرے روز کسی نے انہیں اٹھایا پوچھا تو کون؟ کہا میں تو شیطان ہوں۔ انہوں نے تعجب کیا کہ نماز کے لئے شیطان بیدار کرے۔ اس نے کہا۔ اگر میں نہ اٹھاؤں تو آپ ایک نماز کے بدلے دس نمازوں کا ثواب پائیں۔ غرض تم اپنی کسی لغزش پر اس قدر پشیمانی ظاہر کرو کہ تمہارا شیطان مسلمان ہو جائے۔

چوتھا ذریعہ۔ تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا رہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رات بھر سوچتا رہے اور کہے کہ ابن عمر میرا کام کردے گا۔ تو خواہ مخواہ میری توجہ اس طرف ہوگی۔ اسی طرح جو انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا سہارا ہر امر میں ٹھہراتا ہے اللہ تعالیٰ

اس پر خاص توجہ کرتا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کی توجہ ہو وہ کیوں فرمانبردار نہ بنے گا۔

پانچواں ذریعہ حصول تقویٰ کا استخارہ ہے۔ یعنی ہر روز اپنے کاموں کے لئے استخارہ کرے۔ اور اپنے مولیٰ سے دعا کرے کہ جو کام نیک اور تیری مرضی کے مطابق ہیں ان کی توفیق عطا ہو۔ اور جو تیری مرضی کے موافق نہیں ان سے مجھے ہٹالے۔ اگر ہر روز ایسا نہ کرسکے تو ہفتہ میں ایک بار تو ضرور ہی کرے۔

چھٹا ذریعہ یہ کہ دعاؤں میں لگا رہے۔ جو شخص اپنے اللہ سے دعا کرتا رہے اللہ اسے اپنی رضامندی کی راہیں دکھلاتا ہے اور گمراہ ہونے سے بچاتا ہے۔

ساتواں ذریعہ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (ابراہیم : ۸) سے ظاہر ہے کہ جس نعمت باری تعالیٰ پر ہم شکر کریں گے وہ بڑھ بڑھ کر دی جائے گی۔ پس انسان اگر کوئی نیکی کرے تو اسے چاہئے کہ بہت بہت شکر بجالائے تاکہ اور نیکیوں کی توفیق ملے اور وہ متقی بن جائے۔

آٹھواں ذریعہ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پڑھتا رہے۔ اس میں یہ سر ہے کہ جو کسی کی تعریف کرے وہ ممدوح چاہتا ہے کہ یہ بھی ایسا ہی بن جائے۔ نبی کریم ﷺ نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک ثابت کیا تو خدا نے فرمایا اے نبی! ہم نے تجھے بھی دنیا میں فرد بنا دیا۔ جو اللہ اکبر کہہ کے خدا کی دل و جان اور اپنے عمل سے بڑائی بیان کرے اسے اللہ بڑا بنادے گا۔ اور جو اس کی تسبیح کرے گا خدا اسے پاک بنادے گا۔ اور جو اس کا حامد بنے گا وہ محمود ہو جائے گا۔

نواں ذریعہ۔ نمازوں سے اپنی اصلاح کرے۔ کیونکہ فرماتا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ۔ (العنکبوت : ۴۶) نماز ناپسندیدہ کاموں سے روکتی ہے۔ نماز معراج المؤمنین یعنی مؤمنوں کو ترقیات روحانی دینے والی ہے۔ پس نمازیں بہت پڑھو تاکہ تقویٰ حاصل ہو اور تم میں فرمانبرداری کی روح پیدا ہو جائے۔

دسواں ذریعہ۔ اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کا معائنہ کرتا رہے۔ جلال کے متعلق فرماتا ہے اَوَلَمْ یَھْدِ لَھُمْ کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ یَمْشُوْنَ فِیْ مَسٰکِنِھِمْ۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ۔ اَفَلَا یَسْمَعُوْنَ (السجدہ : ۲۷) یعنی کیا یہ بات ان کو ہدایت نہیں دیتی کہ اس سے پہلے کئی قوموں کو ہم نے ہلاک کیا اور یہ ان کے مکانوں کے کھنڈروں میں چلتے پھرتے ہیں اس میں بہت سے نشان ہیں کیوں نہیں سنتے۔ جب تم دیکھو گے کہ خدا تعالیٰ کے نافرمانوں کا انجام یہ

ہو گا۔ اور جس سازو سامان دنیوی کے لئے خدا کو ناراض کیا اس کا انجام یہ ہے۔ تو لا محالہ فرمانبرداری کی طرف توجہ ہو گی۔ اور جمال یعنی انعامات کے متعلق اس کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۔ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ (السجدہ : ۲۸) کیا نہیں غور کرتے کہ ہم پانی کو خشک زمین کی طرف بہاتے ہیں پھر اس سے کھیتی پیدا کرتے ہیں۔ جس سے ان کے چوپائے اور یہ خود کھاتے ہیں کیا بصارت سے کام نہیں لیتے۔ آدمی انعامات الٰہی کا مطالعہ کرے۔ اور اس کے احسانات اپنے روئیں روئیں پر دیکھے تو اپنے مولیٰ و محسن پر قربان ہونے کو جی چاہے۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ